حجة الاسلام شیخ علی اکبر آشتیانی

امام خمینیؒ کی زندگی کی خصوصی داستانیں

حاج احمد آقا نے رحلتِ امام رضوان اللہ تعالیٰ سے متعلق اپنی مادر گرامی کا ایک قول نقل کیا کہ آپریشن سے تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل حضرت امام خمینیؒ نے ایک خواب دیکھا اور اسے اپنی زوجۂ محترمہ (والدہ حاج احمد آقا) سے بیان کیا۔ اس کے ساتھ یہ بھی ہدایت کردی تھی کہ میری حیات میں اس خواب کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ انھوں نے فرمایا:

"امامؒ نے خواب میں دیکھا کہ وہ مرگئے ہیں اور حضرت علیؑ نے ان کا غسل و کفن کیا اور نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد امیرالمومنینؑ نے ان کو قبر میں اُتارا اور پوچھا۔ اب تو آرام سے ہو؟ امام خمینیؒ نے کہا: دائیں طرف کچھ درد ہے جس سے مجھے تکلیف ہورہی ہے۔ حضرت علیؑ نے اپنے دست مبارک کو امام خمینیؒ کے جسم پر پھیرا اور فوراً ان کی تکلیف رفع ہوگئی۔"

اگرچہ امام خمینیؒ کی گہری شخصیت اور ان کی عظمت و وسعت گھر کے نزدیک ترین افراد اور ان کے نامور و نمایاں شاگردوں پر بھی پوری طرح واضح نہیں ہے اور کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ وہ امامِ امت کی شخصیت سے بخوبی واقف ہے لیکن ہر شخص نے اپنی سوجھ بوجھ و ذہنی سطح کے مطابق اس دریائی حکمت و فرزانگی کا ایک قطرہ حاصل کیا اور ان قطروں کو جمع کرنے سے علم و معرفت کی وہ نہر جاری ہوجاتی ہے جو آئندہ نسل کے تشنگان علم کو سیراب کرتی رہے گی۔ اگرچہ امام امت کی ہر نقل و حرکت اور ان کی خاموشی و سخن کوئی ایک اہم درس کی حیثیت رکھتی ہے لہٰذا جس آدمی نے ان کی زندگی کو قریب سے دیکھا ہے یا ان کی زبان سے

کوئی بات سنی ہے اس کا فریضہ ہے کہ وہ اس امانت کی حفاظت کرتے ہوئے عوام کی خدمت میں پیش کردے۔

اس اصول کی پیروی کرتے ہوئے ذیل میں حجت الاسلام شیخ علی اکبر آشتیانی کے ذاتی مشاہدات کا اجمالی خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔ واضح رہے کہ حجۃ الاسلام آشتیانی کو امامِ امت کی قربت کا شرف حاصل تھا اور وہ آج بھی شعبۂ پولیس میں نمائندہ ولی فقیہ کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

معاملات پر غور وفکر

مجھے یاد ہے کہ ایرانی ریڈیو و ٹیلی ویژن کی مدیریت قطب زادہ کے سپرد تھی۔ حضرت امام ریڈیو سے نشر ہونے والے ایک خلاف اسلام پروگرام کو سن کر بہت ناراض ہوئے تھے۔ انھوں نے اپنے ایک مکتوب میں اس ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے یہ مطالبہ کیا تھا کہ: ''قطب زادہ سے کہو کہ کیا تمھیں اسلامی مسائل کا بخوبی اندازہ نہیں ہے اور کیا تم قرآن کے سلسلے میں متعہد نہیں ہو؟ ہمارا انقلاب اسلامی انقلاب ہے تو پھر ہمارے ریڈیو و ٹیلی ویژن سے غیر اسلامی پروگرام کیوں نشر کیے جارہے ہیں؟'' جیسے ہی قطب زادہ کو امام کا پیغام ملا وہ ناراض ہوگیا لیکن بعد میں یہ بات واضح ہوگئی کہ قطب زادہ کو اسلام سے کوئی قلبی ارادت نہ تھی بلکہ وہ اسلام سے اپنے خلوص کا مظاہرہ کرتا رہا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ جب حجۃ الاسلام محتشمی ریڈیو و ٹیلی ویژن تنظیم میں ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے تو ایک مرتبہ رپورٹ پیش کرنے کے لیے امام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رپورٹ سننے کے بعد امامِ امت نے کہا: ''آپ ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے نشر ہونے والے پروگراموں پر کڑی نگاہ رکھیے۔'' اس کے بعد ارشاد فرمایا: ''ریڈیو سے اذانِ صبح اور دعاؤں کی اشاعت کے بعد ایک نغمہ بھی نشر ہوتا ہے جو کسی حد تک مناسب نہیں ہے۔'' امام کے کمرے سے باہر آنے

کے بعد آقائے خمینیؒ بڑی حیرت ظاہر کرتے رہے تھے کہ زبردست مصروفیت کے باوجود امامؒ امت ریڈیو ٹیلی ویژن کے پروگراموں پر کڑی نگاہ رکھتے ہیں۔ بہرحال امامؒ امت کی ہدایت و رہنمائی کی وجہ سے اس تنظیم میں ایک انقلاب پیدا ہوا اور ذمہ دار لوگوں کی بھرپور توجہ اور غیر معمولی جدوجہد کی وجہ سے یہ ادارہ اسلامی انقلاب کا ترجمان بن گیا۔

حضرت امام کی سادہ زندگی

آپ لوگ امام خمینیؒ کی سادہ زندگی کے بارے میں بہت کچھ سن چکے ہیں اور ٹیلی ویژن سے شائع ہونے والے پروگرام میں اس کی جھلک اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔ سب سے پہلے میں ان کے مکان کا ذکر کرتا ہوں۔ تہران میں وہ جس مکان میں رہتے تھے وہ حجۃ الاسلام جمارانی، ان کے دو بھائیوں نیز ان کے ایک داماد کی ملکیت ہے۔ آقائے جمارانی نے امامؒ کی رہائش کے لیے یہ مکان از خود پیش کیا تھا۔ لیکن امام خمینیؒ شرعی مسائل کا خاص خیال رکھتے تھے لہٰذا انھوں نے ایک بار مذکورہ تمام مالکان کو جمع کر کے ان سے پوچھا کہ کیا آپ اس بات کے لیے راضی ہیں کہ میں اس مکان میں قیام کروں؟ ان لوگوں نے اپنی رضا ظاہر کر دی لیکن امام خمینیؒ نے اس بات پر اکتفا نہ کی اور ان کی عورتوں سے بھی دریافت کیا تو ان لوگوں نے بھی یہ اعلان کیا کہ اس مکان میں امام خمینیؒ کی آمد ہماری عزت افزائی کا باعث ہے۔ امام خمینیؒ کی سادہ زندگی کے بارے میں بس یہ کہنا ہی کافی ہے کہ وہ ہمیشہ معاشرہ کے محروم و پسماندہ و مفلوک الحال لوگوں جیسی زندگی بسر کرنا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں مجھے ایک واقعہ یاد آتا ہے۔

حسینیہ جماران میں امام خمینیؒ کی آمد کے بعد آقای جمارانی اس مکان کی تعمیر جدید کے خواہاں تھے تاکہ یہ ایک عمدہ اور شاندار عمارت بن جائے۔ ایک روز امام خمینیؒ نے اپنے بیٹے سید احمد خمینیؒ کے ذریعہ آقای جمارانی کے پاس کہلایا کہ تعمیر جدید نہ کرائیں۔ آقای جمارانی نے پہلی مرتبہ یہ سمجھا کہ امام خمینیؒ نے تکلف سے کام لیا ہے لہٰذا انھوں نے اپنا تعمیری

کام جاری رکھا۔ امام خمینیؒ کو یہ بات اچھی نہ معلوم ہوئی لہٰذا انھوں نے آقای جمارانی کے پاس کہلا بھیجا کہ "اگر تم اس مکان کی تعمیر جدید ہی کرنا چاہتے ہو تو میری وفات کے بعد کر لینا۔"

امام خمینیؒ کی سادہ اور عام آدمیوں جیسی زندگی کے سلسلے میں ایک دوسرا واقعہ یاد آ گیا۔

مسلط کردہ جنگ کا زمانہ تھا۔ زوردار لڑائی چل رہی تھی اور دشمن ہمارے غیر فوجی علاقوں پر میزائیلی حملے کر رہا تھا۔ اس دوران دشمن کے حملوں سے بچنے کے لیے لوگوں نے امن گاہوں کا انتظام کر رکھا تھا لیکن شہر کے عام اور غریب لوگ اپنے گھروں میں رہنے کے لیے مجبور تھے۔ اسی دوران یہ طے پایا کہ امام خمینیؒ کے لیے بھی ایک پناہ گاہ بنا دی جائے تاکہ ہوائی حملوں کی صورت میں ان کی جان کی حفاظت کی جا سکے کیونکہ درحقیقت وہ امت اسلامیہ کی جان تھے۔ جب یہ بات امام خمینیؒ کو معلوم ہوئی تو انھوں نے کہا کہ میں اس پناہ گاہ میں ہرگز نہ جاؤں گا۔ چنانچہ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک امام امتؒ نے کبھی اس پناہ گاہ کی طرف پلٹ کر نہیں دیکھا جبکہ ملک کے تمام ذمہ دار افراد ان سے بار بار یہ اصرار کیا کرتے تھے کہ پناہ گاہ کا استعمال کریں لیکن وہ آخری دم تک اپنے فیصلے پر اٹل رہے۔ جب حفاظتی معاملات کے افسروں نے زیادہ اصرار کیا تو انھوں نے ارشاد فرمایا: "آخر مجھ میں اور اس پاسدار میں جو حفاظتی خدمت انجام دے رہا ہے، کیا فرق ہے؟ یہ پاسدار تو میری اور میرے گھر والوں کی حفاظت کرتا ہے۔ میں یہاں سے بالکل نہیں جاؤں گا۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میزائل میرے سر سے ٹکرائے اور میں شہید ہو جاؤں۔"

حفاظتی افسروں نے امام خمینیؒ کے کمرے اور حسینیہ کے درمیان پناہ گاہ بنا دی تاکہ انھیں کہیں جانا نہ پڑے لیکن وہ کبھی اس پناہ گاہ کی طرف سے نہیں گزرے اور اس جگہ پہنچنے کے بعد وہ راستہ بدل کر اس پناہ گاہ کے قریب سے گزر جایا کرتے تھے۔

امام خمینیؒ کی انکساری

اگرچہ امام خمینیؒ ایک اٹل ارادہ رکھنے والے آدمی تھے لیکن وہ اکثر امور میں بڑی انکساری سے کام لیتے تھے۔ وہ گھر والوں پر حکم نہیں چلاتے تھے بلکہ اپنا کام بذاتِ خود انجام دیتے تھے۔ وہ ایک گلاس پانی کے لیے بھی کسی کو حکم نہیں دیتے تھے اور ہمیشہ اپنی زوجہ کا بڑا احترام کیا کرتے تھے۔

سیرت نبویؐ کی پیروی کرتے ہوئے وہ سلام عرض کرنے میں ہمیشہ سبقت حاصل کرتے تھے اور سلام کہنے میں کوئی ان پر سبقت نہیں حاصل کر سکا۔ وہ کسی مجلس یا محفل میں داخل ہوتے ہی سب لوگوں کو سلام عرض کیا کرتے تھے۔ ان کے گھر والے بھی اس سلسلے میں ان سے آگے نہیں بڑھ سکے۔ کہتے ہیں کہ جب تک ان کی زوجۂ محترمہ دسترخوان پر نہیں آجاتی تھیں وہ کھانے کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔

امام کی انکساری اسی جگہ پر ختم نہیں ہوتی بلکہ وہ خود کو ہمیشہ اسلامی انقلاب اور امت اسلامیہ کا خادم کہا کرتے تھے اور کبھی یہ نہیں کہتے تھے کہ انھوں نے ظالم شاہی حکومت کا نام و نشان مٹایا ہے بلکہ وہ اسلامی انقلاب کی کامیابی اور ظالم شاہی حکومت کی نابودی کا سہرا ایرانی عوام کے سر باندھتے تھے۔ اس سلسلے میں مجھے ایک واقعہ یاد آتا ہے کہ:

ایک روز امام خمینیؒ کے داماد آقای محمود بروجردی کے والد کو آقای احمد خمینی نے دعوت پر بلایا۔ اس دعوت میں آقای صانعی، آقای توسلی، آقای جمارانی اور دیگر احباب بھی موجود تھے۔ آقای محمود بروجردی کے والد کے احترام میں امام خمینیؒ بھی نماز پڑھنے کے بعد اس محفل میں آگئے۔ یہ محفل اس زمانے میں منعقد ہوئی تھی جب آیت اللہ خامنہ ای اقوامِ متحدہ کے سفر پر گئے ہوئے تھے۔ محفل میں موجود لوگوں نے اقوام متحدہ کے اجلاس میں آیت اللہ خامنہ ای کی تقریر پر تبصرہ کرنا شروع کیا کہ انھوں نے عالمی سطح پر اسلام کا تعارف کس موثر انداز میں کرایا ہے۔ اس موقع پر آقای محمود بروجردی کے والد اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہے اور

سب لوگ خاموشی سے ان کی بات سنتے رہے۔ انھوں نے امام خمینیؒ کی سلامتی کی دعا کرتے ہوئے کہا کہ امام خمینیؒ کے مبارک وجود کی برکت ہے کہ آج اقوامِ متحدہ جیسے عالمی ادارہ میں اسلام کا چرچا ہے۔ امام خمینیؒ نے اپنی مخصوص انکساری سے کام لیتے ہوئے کہا: ''یہ ملّت اسلامیہ کا کارنامہ ہے کہ اس نے اپنا راستہ ڈھونڈ لیا ہے اور ملک کے ذمہ دار افراد اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ انھیں کیا کرنا چاہیے۔ اب چاہے میں رہوں یا نہ رہوں یہ قوم اپنے راستہ پر گامزن رہے گی۔ یہ میدانِ عمل میں عوام کی موجودگی کی وجہ سے ہم لوگوں کو عزت و افتخار حاصل ہوا ہے۔'' اس کے بعد امامِ امت نے ارشاد فرمایا: ''میں مطمئن ہوں کہ ملّتِ ایران میدانِ عمل میں باقی رہے گی بلکہ اس کی سرگرمیوں میں کچھ اور اضافہ ہی ہوگا۔''

اس واقعہ سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ امام خمینیؒ کس انکساری کے ساتھ اپنی خدمات کو حقیر و ناچیز بتاتے ہوئے اس عظیم کارنامہ کا سہرا عوام کے سر باندھ دیتے ہیں۔ امام خمینیؒ کی یہ راہ و روش ہم لوگوں کے لیے انتہائی مناسب نمونہ ہے اور اگر ہم لوگ اس کی پیروی کریں تو انشاء اللہ ہمیں منزل کمال تک پہنچنے میں کوئی زحمت نہ ہوگی۔

احکامِ الٰہی کے اجراء کے لیے امام خمینیؒ کا اصرار

احکامِ الٰہی کے اجراء میں امام خمینیؒ خصوصی دلچسپی رکھتے تھے۔ اس سلسلے میں مجھے ایک واقعہ یاد ہے۔ حجۃ الاسلام سیّد محمد لواسانی امام خمینیؒ کے قریب ترین دوستوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ وہ اکثر امام خمینیؒ سے ملاقات کرنے آتے تھے اور بڑی دیر تک محوِ گفتگو رہا کرتے تھے۔

قطب زادہ کی بغاوتی سازش کا بھانڈہ پھوٹنے کے بعد بغاوتی گروہ میں شامل لوگوں کو گرفتار کرلیا گیا اور ان پر مقدمہ چلا کر ان میں سے بعض کو پھانسی اور بعض لوگوں کو ان کے جرائم کے مطابق دوسری سزائیں دی گئیں۔ پھانسی کی سزا پانے والے ایک مجرم نے آقای

لواسانی سے رابطہ قائم کیا اور ان سے خواہش کی کہ وہ امام خمینیؒ سے اس کی سفارش کردیں تو شاید ان کی سزا میں کچھ کمی ہو جائے۔

آقای لواسانی امام خمینیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اس آدمی کی سفارش کرتے ہوئے کہا کہ آپ اپنے حکم سے اس کی سزا کو ملتوی کرادیں۔ امام خمینیؒ نے فوری طور پر اُن کی خواہش نامنظور کردی لیکن آقای لواسانی کا اصرار بڑھتا رہا۔ امام خمینیؒ نے قدرے توقف اور خاموشی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ ''میں آپ سے بڑی محبت وعقیدت رکھتا ہوں لیکن میں لوگوں کی خوشی کے لیے خوشنودی پروردگار کو نظر انداز نہیں کرسکتا ہوں۔ میں رضائے الٰہی پر آپ کے تعلقات کو مقدم نہیں کرسکتا ہوں۔ لہٰذا حکم الٰہی کا اجراء لازمی ہے۔''

اس کے علاوہ احکامِ الٰہی کے اجراء کے سلسلے میں مجھے ایک واقعہ اور یاد آتا ہے کہ انقلاب اسلامی ایران کی عظیم الشان کامیابی کے بعد مجاہدین انقلاب نے ہویدا، رحیمی، ربیعی، نصیری اور دیگر دشمنانِ اسلام کو گرفتار کرلیا۔ ان مجرمین کی تعداد تقریباً ۲۰ افراد پر مشتمل تھی۔ بعض دوستوں کا خیال تھا کہ گرفتار کیے گئے تمام لوگوں کو پھانسی دے دی جائے۔ بعض لوگ اپنے مطالبے پر بہت مصر تھے۔ بعد میں طے پایا کہ اس سلسلے میں امام خمینیؒ کی رہنمائی حاصل کی جائے۔ امام خمینیؒ نے بڑی وضاحت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ: ''جو لوگ شرعی احکام کے بموجب مفسد فی الارض ہیں ان کے لیے حکم بالکل واضح ہے۔ باقی لوگوں کے بارے میں فیصلہ اسلامی عدالت پر چھوڑ دو تاکہ شرعی اصولوں کے مطابق ان کے بارے میں ضروری فیصلہ صادر کیا جاسکے۔''

پس ہم دیکھتے ہیں کہ وہ امام خمینیؒ جو اپنے عزیز دوست کی سفارش اس لیے رد کردیتے ہیں کہ وہ حکم الٰہی کے مطابق نہیں ہے وہ اس بات کے لیے بھی آمادہ نہیں ہوتے کہ کسی ایسے آدمی کے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈال دیا جائے جو شرعی احکام کے مطابق اس سزا کے لائق نہیں ہے۔

اسی طرح جب اپنے بیٹے کی گرفتاری کے بعد مرحوم آیت اللہ طالقانی کچھ دنوں کے لیے روپوش ہوگئے اور پھر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے آیت اللہ طالقانی سے کہا: ”آپ کا بیٹا منحرف کمیونسٹی جماعتوں سے وابستہ ہے۔ پس اس کی گرفتاری سے زیادہ رنجیدہ و ملول ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔“ اس کے بعد امام خمینیؒ نے زور دیتے ہوئے کہا: ”خدا کی قسم! اگر احمد معمولی انحراف سے بھی دوچار ہوجائیں اور انھیں سزائے موت سنائی جائے تو میں خود اپنے ہاتھ سے انھیں موت کے گھاٹ اُتار دوں گا۔“

احکامِ خداوندی کی خلاف ورزی سے امام خمینیؒ کو بڑی تکلیف ہوتی تھی اور اگر کوئی عالم دین اس مجرمانہ بے راہ روی میں ملوث ہوجاتا تو انھیں اور زیادہ تکلیف ہوا کرتی تھی۔ جب انھیں ایک بغاوت میں شریعت مداری کی شرکت کا پتہ چلا تو وہ گھر کے صحن میں ٹہلتے ہوئے بار بار کہہ رہے تھے کہ میں حیران ہوں کہ ایک عالمِ دین اس باغیانہ کاروائی میں کیسے شریک ہوسکتا ہے اور احکامِ خداوندی اپنے پیروں سے کیسے روند سکتا ہے؟

موت کی آہٹ

جب ڈاکٹروں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ سنایا کہ امام خمینیؒ کو اسپتال میں داخل کردیا جائے تو گھر والوں سے رخصت ہوتے وقت انھوں نے کہا: ”میں تم لوگوں سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو رہا ہوں اور اب میں کبھی گھر واپس نہ آؤں گا۔“ گھر والوں نے کہا: ”نہیں، آپ واپس آئیں اور انشاء اللہ آپ کی صحت ٹھیک ہوجائے گی۔“ لیکن امامؒ نے ان لوگوں سے دوبارہ کہا: ”میں اس بار جانتا ہوں کہ واپسی ممکن نہیں ہے۔“ اس کے بعد انھوں نے آقائے احمد خمینی کی بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ”ٹیلی فون کر کے اپنے والد سے کہو کہ وہ میرے لیے دعا فرمائیں اور خداوند عالم سے یہ درخواست کریں کہ وہ مجھے قبول کرلے اور میری عاقبت نیک انجام پائے۔

جس وقت وہ گھر سے اسپتال کے لیے روانہ ہو رہے تھے، آقای احمد خمینی دروازے کے پاس کھڑے تھے۔ امام خمینیؒ نے ڈاکٹروں اور نرسوں کی موجودگی میں انھیں اشارہ کر کے اپنے پاس بلایا اور انھیں اس طرح بوسہ دیا کہ اب تک ایسا منظر کسی نے نہ دیکھا تھا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام خمینیؒ کو بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ اب وہ گھر واپس نہ آئیں گے۔

اسپتال میں بھی امام خمینیؒ کی مخصوص عبادتوں میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ وہ مزید ذوق و شوق کے ساتھ ان عبادتوں کو انجام دیا کرتے تھے۔ ان کے قریب رہنے والوں میں سے ایک شخص کا بیان ہے کہ صبح کی اذان میں تھوڑا سا وقت باقی تھا کہ میں اسپتال میں امام خمینیؒ کے کمرہ میں داخل ہوا تو میں نے انھیں عجیب حالات میں دیکھا۔ انھوں نے اس قدر گریہ کیا تھا کہ ان کا نورانی چہرہ بالکل بھیگ گیا تھا۔ پھر بھی ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور وہ اپنے خدا سے اس طرح راز و نیاز کر رہے تھے کہ میں بیحد متاثر ہو گیا۔ جیسے ہی وہ میری طرف متوجہ ہوئے فوراً رومال سے اپنا چہرہ خشک کرنے لگے۔

جس روز ان کا آپریشن ہونے والا تھا میں صبح ان کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت ساڑھے پانچ بجے تھے۔ لوگوں نے بتایا کہ آقای صانعی امام خمینیؒ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں بھی ان لوگوں میں ملحق ہو گیا اور سلام عرض کرنے کے بعد ان کی خیریت دریافت کی۔

میں نے دیکھا کہ ان کے بستر کے قریب قرآن مجید اور مفاتیح الجنان موجود ہے۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ کچھ دیر پہلے امام خمینیؒ دعائے عہد پڑھنے میں مصروف تھے۔ یہ دیکھ کر میں بالکل بے چین ہو گیا۔ پھر بھی میں نے اپنے آپ پر کنٹرول کرنے کی کوشش کی۔ اس کے بعد انھیں آپریشن کا کپڑا پہنایا گیا۔ آپریشن کا کپڑا پہننے کے بعد وہ اس کمرے کی طرف چل پڑے جہاں آپریشن ہونا تھا۔ اس کے بعد میرے اوپر ایسا گریہ طاری ہوا کہ میں ان کے پیچھے آپریشن روم تک نہ جا سکا۔

اس کے علاوہ ایک اور واقعہ نقل کرتا ہوں جس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ امام خمینیؒ

نے موت کی آہٹ محسوس کرلی تھی۔ ہفتہ کے دن آیت اللہ خامنہ ای نے امام خمینیؒ سے ملاقات کی اور کہنے لگے۔ ''انشاء اللہ خداوند عالم آپ کو جلد ہی صحت عطا کردے گا۔'' امام خمینیؒ نے کہا:
''آپ دعا کیجئے کہ میری عاقبت نیک انجام ہو اور مجھے قبول کرلے۔''

اس کے علاوہ گھر سے اسپتال کی طرف جاتے وقت انھوں نے کہا کہ ''اسپتال کا ماحول بچوں کے لیے مناسب نہیں ہوتا لہٰذا بچوں کو اسپتال نہ لے جائیں۔'' حالانکہ اب یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے سفرِ آخرت میں کسی کی محبت رکاوٹ پیدا کرنے پائے اور ان کی اس خواہش پر مقصد تمام دنیاوی دلچسپیوں سے کنارہ کشی اختیار کرنا تھا۔

بیت المال کی حفاظت

الحاج آقای احمد خمینی یہ بتارہے تھے کہ جلاوطنی کے دوران نجف اشرف میں جب امام خمینیؒ کے فرزند والا مقام و عالم، عارف و دانشمند و مجتہد الحاج آقای مصطفیٰ خمینی شہید ہوگئے تو خبرِ شہادت ملنے کے بعد امام خمینیؒ پوری طرح ثابت قدم و بردبار رہے اور گھر کے ایک گوشہ میں جاکر تلاوتِ کلامِ پاک کرنے لگے۔ اور جب آقای احمد خمینی یا گھر کے دیگر افراد گریہ کرتے تو وہ ان کو تسلی دیتے تھے۔ اس سلسلے میں جو دوسرا واقعہ پیش آیا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام خمینیؒ شرعی مسائل کی پیروی میں بڑی دلچسپی رکھتے تھے۔ گھر والوں نے ٹیلی فون کے ذریعہ تہران سے رابطہ قائم کرنا چاہا تاکہ یہ افسوسناک خبر تہران والوں تک بھی پہنچا دیں۔ لیکن امام خمینیؒ رنج و غم کے اس ماحول میں بھی اپنی شرعی ذمہ داری سے غافل نہیں ہوئے اور اپنے گھر والوں کو مخاطب کرتے ہوئے بولے: ''گھر کا یہ ٹیلی فون بیت المال کی ملکیت ہے اور تم اپنی ذاتی خواہش کے تحت تہران سے رابطہ قائم کرنا چاہتے ہو لہٰذا یہ کام جائز نہیں ہے۔'' اگر انسان قدرے غور و فکر سے کام لے تو اسے اس حقیقت کا اندازہ ہوجائے گا کہ اولاد کی شہادت کے

بعد بھی وہ اپنی شرعی ذمہ داری سے غافل نہیں ہوئے اور ایسے حالات میں بھی وہ بیت المال کو ذاتی مقصد کے لیے خرچ کرنے پر رضامند نہیں ہوئے۔

فضول خرچی کے سلسلے میں امام خمینیؒ کا ردِّ عمل

اپنی دس سالہ قربت ونزدیکی کے دوران میں نے دیکھا کہ امام خمینیؒ سادہ زندگی اور فضول خرچی سے مکمل پرہیز کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ میں نے متعدد بار دیکھا کہ وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر ایک طرف چل پڑتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد مجھے پتہ چلا کہ وہ بے مقصد جلنے والے بلبوں کو بجھانا چاہتے ہیں۔

وہ گھر آنے والے ٹیلی فون کے سلسلے میں بڑی وضاحت سے بتا دیتے تھے کہ بھائیو! افراط اور فضول خرچی سے بچو اور خرچیلے کام مت کرو۔ پانی پیتے وقت وہ گلاس میں بچے ہوئے پانی کو کاغذ سے ڈھک دیتے تھے اور اس کو بعد میں استعمال کیا کرتے تھے۔ اور اگر ان کے بدن میں کسی جگہ زخم ہو جاتا تھا تو وہ کاغذی رومال کو کئی حصوں میں تقسیم کرکے اس کا ایک ہی حصہ استعمال کرتے تھے۔

امام خمینیؒ اپنے گھر کے جملہ اخراجات کو خود اپنے کنٹرول میں رکھتے تھے۔ مالی امور کے ذمہ دار افسران گھر کے کسی سامان کی خریداری امام خمینیؒ کی منظوری کے بعد ہی کیا کرتے تھے۔

معاملات میں نظم وترتیب

دوسری اہم بات یہ ہے کہ امام خمینیؒ ہر کام میں نظم وترتیب کا خاص خیال رکھتے تھے۔ ان کے پاس ہر دن ورات ۲۴ گھنٹے کا خصوصی پروگرام مرتب رہا کرتا تھا۔ مثلاً وقت مطالعہ، وقت نماز ودعا، مسلمانوں کے مسائل پر غور وفکر کا وقت، ملاقات کا وقت اور سونے ودیگر ذاتی کام انجام دینے کا وقت۔ شاید یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اپنی پر برکت زندگی کا بھرپور استعمال کیا۔

امام خمینیؒ اوّل وقت نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے اور نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے۔ نماز سے قبل وہ تلاوت قرآن میں مشغول رہا کرتے تھے۔ مغرب و عشاء کی نماز کے بعد وہ گھر کے صحن میں قبلہ رو کھڑے ہوکر پانچ منٹ تک دعا پڑھا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں ایک موثق آدمی سے بیان ہے کہ امام خمینیؒ صحن خانہ میں یہ دُعا پڑھا کرتے تھے: تحصنت بدار سقفها لا اله الا الله و نورها محمد رسول الله و بابها ولي الله و ارکانها لاحول ولا قوة الا بالله اور امام خمینیؒ سے یہ بھی منقول ہے کہ روز جمعہ کے آخری لمحات میں سات مرتبہ اللهم صلی علی محمد و آل محمد و ادفع عنا البلاء المبرم من السماء انت علی کل شیئ قدیر پڑھنا چاہیے۔

امام خمینیؒ ہر رات نماز شب پڑھا کرتے تھے اور اسی وجہ سے وہ نماز صبح سے دو گھنٹہ قبل اُٹھ جاتے تھے اگر وقت ساتھ دیتا تو وہ دیگر مستحب نمازیں بھی پڑھ لیا کرتے تھے اور اگر نماز صبح میں کچھ وقت باقی رہتا تو وہ مختلف اخباری اطلاعات کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔

امام خمینیؒ کو بیرونی ممالک کے ریڈیو سے نشر ہونے والی خبروں کو سننے کا بڑا شوق تھا چنانچہ وہ بیرونی ممالک کے ریڈیو برابر سنا کرتے تھے۔ ایرانی ٹیلی ویژن سے نشر ہونے والے ایک پروگرام میں ملت اسلامیہ اس بات کا مشاہدہ کر چکی ہے کہ بیماری کے زمانے میں بھی امام خمینیؒ نے نماز شب ترک نہیں کی اور ریڈیو نیوز سننا ان کی خاص دلچسپی تھی چنانچہ آپریشن کے تین روز بعد انھوں نے کہا کہ ٹیلی ویژن کا انتظام کیا جائے تا کہ اس سے استفادہ کیا جا سکے۔